غزل

اجڑتے منظر بکھرتے خوابوں میں کوئی تم کو بلا رہا ہے
کوئی تمہارے لیے ابھی تک دریچے اپنے سجا رہا ہے

دیا جلا کہ ملے جو فرصت اندھیری راتوں میں ایک پل کی
تو سوچ لینا کہ ظلمتوں میں وہ کتنے آنسو گنوا رھا ھے

مرے تصور میں ایک شمع تمہاری ہی لو سے جل رہی ہے
پر آنسوؤں کا نگیں تسلسل سمٹ کہ اس کو بجھا رہا ہے

ھمارے سینے میں تشنگی ہے تمہاری باتوں میں بے رخی ہے
مری محبت کا تند طوفاں یہ دوریاں بھی مٹا رہا ہے

عجب ادا سے کہا تھا اس نے ، ملن تصور کی اک کڑی ہے
شعور میرا بہل کے تب سے تھپک تھپک کے سلا رہا ہے

جو دیکھ لوں تو اسی کو سوچوں، جو سوچ لوں تو اسی کو دیکھوں
نجانے دل کے نگر میں ایسے وہ شوخ کیونکر سما رہا ہے

وہ خود کو مجرم قرار دے کہ نظر جھکائے ہوئے کھڑا ہے
خدارا روکے، کوئی تو روکے کہ وقت چلتا ہی جا رہا ہے

وہ دھیما لہجہ وہ ترشیٔ لب ، وہ تھی شکایت کہ تھی حکایت
کہ جیسا بھنورا کسی کلی کو نئ ترنگیں سکھا رہا ہے

حسیں تصور کی نرم چھاؤں میں زندگی یوں گزر رہی ہے
کہ سعد ہر پل اسی تصور کے گیت سب کو سنا رہا ہے